رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۵

قُل اِنَّ الفَضلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤتِیہِ مَن یَّشَآءُ وَ اللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیمٌ ۝

دیں کی نصرت کے لئے اک آسماں پر شور ہے | عَسٰی اَن یَّبعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحمُودًا | اب گیا وقتِ خزاں آئے ہیں پھل لانیکے دن

دنیا میں اک نبی آیا پر دنیا نے اُسکو قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اسکی سچائی ظاہر کر دیگا۔ (الہام مسیح موعود)

الفضل

چندہ غیر ممالک سے سات روپیہ

میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤنگا (الہام مسیح موعود)

فہرست مضامین

جلد ۶ | ۳ مئی ۱۹۱۹ء | شنبہ ۲ شعبان ۱۳۳۷ھ | نمبر ۸۳

مدینۃ المسیح

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کو خدا کے فضل سے آرام ہے۔

گھوڑا اور گھوڑی جو سرقہ ہو گئے ہیں۔ تاحال ان کا سراغ نہیں لگا۔ تلاش جاری ہے۔

۳۰- اپریل کو یہاں شعبان کا چاند نہیں ہوا بلکہ یکم مئی کو ہوا۔

دو تین روز سے گرمی میں خاص تیزی ہو گئی ہے۔ تاہم رات کے پچھلے حصہ میں خوشگوار ٹھنڈک تاحال باقی ہے۔

اَلمَوعِظَۃُ الحَسَنَۃ

"یاد رکھو کہ صادقین کے لئے بہت مشکلات ہوتی ہیں۔ اور صدق کی گھڑیاں بھی بہت مشکل ہوتی ہیں لیکن خدا تعالیٰ خود صادقین کے لئے راہ کھول دیتا ہے۔ عبد اللطیف کی وہ گھڑی کیسی مشکل تھی جب وہ رجم کے میدان میں تھا سنگساری کیلئے خلقت آمادہ تھی۔ اور اس وقت جان بچانیکا موقعہ دیا جاتا تھا"

"اس بات پر بھروسہ نہ کرو کہ ابھی میری عمر باقی ہے۔ نہ تندرستی پر بھروسہ کرو زمانہ انقلاب میں ہے۔ اور یہ آخری وقت ہے۔ خدا تعالیٰ امتحان کر رہا ہے۔ آخری موقعہ صدق وفا کے دکھلانیکا دیا گیا ہے۔ پھر یہ ہاتھ نہ آویگا سب نبیوں کی پیشگوئیاں اسی وقت کے لئے تھیں۔ اب اس کے بعد صدق کے بجالانے کا وقت نہ ہوگا"

"ہر ایک اجنبی تمہارے قول وفعل کو تاڑتا ہے۔ کہ ان کے اخلاق۔ آداب۔ استقامت۔ پابندی احکام عظمت کلام الٰہی وغیرہ کیسے ہیں۔ اگر عمدہ ہوئے تو وہ تمہارے ذریعہ ہدایت پاویگا۔ ورنہ تم اس کے لئے ٹھوکر کا موجب ہو گے۔ (البدر نمبر ۳ جلد ۳ ص۶)

(حضرت مسیح موعود)

اخبار احمدیہ

پھیرو چیچی میں احمدیہ مڈل سکول

پھیرو چیچی کے گاؤں میں احمدیہ پرائمری مدرسہ کئی سال سے جاری ہے بتاریخ یکم اپریل اس مدرسہ کو مڈل کے درجہ تک ترقی دیگئی ہے۔ سردست جماعت اول لوئر مڈل کھولی گئی ہے۔ اس سکول کی مالی حالت مضبوط کرنے اور تعداد طلباء کے لحاظ سے زیادہ بارونق بنانے کے لئے بتاریخ ۱۸-اپریل ۱۹۱۹ء بروز جمعۃ المبارک بعد از نماز جمعہ ایک جلسہ منعقد کیا گیا جس میں گاؤں کے نمبرداران سرکردگان کے علاوہ گردونواح کے گاؤں کے بعض سرکردہ احباب کو بھی بلایا گیا تھا جن میں بعض ہندو اور سکھ صاحبان بھی تھے۔ چونکہ آجکل کٹائی کے دن ہیں اس لئے سب کے سب زمیندار لوگ اکٹھے نہ ہوسکے۔ شیخ محمد مبارک اسمٰعیل صاحب بی۔ اے۔ بی۔ ٹی اسسٹنٹ سکرٹری تعلیم نے ایک مختصر سی تقریر کی جس میں انہوں نے انگریزی تعلیم کی ضرورت پر زور دیا اور چند تجاویز بھی پیش کیں۔ جس سے مدرسہ کی مالی حالت مضبوط ہوسکتی تھی۔ اور نئی عمارت بنانے کے لئے بھی تحریک کی۔ جناب مولوی محمد اسمٰعیل صاحب سیالکوٹی۔ امام مسجد مسجد نور قادیان نے بھی اسی بارہ میں مختصر طور پر بیان فرمایا۔ بالآخر چند دوستوں کی ایک کمیٹی بنائی گئی۔ اور فیصلہ ہوا کہ پیش کردہ تجاویز پر بہت جلد عمل کرنا چاہئے۔ اور عمارت مدرسہ فصلوں کی کٹائی کے بعد ہی شروع کردیجائے۔

مجمع الاخوان کا سلسلہ ہینڈبل

مجمع الاخوان کے نام سے لاہور کے احمدی نوجوانوں کی انجمن ایک عرصہ سے بذریعہ ہینڈبل بہت عمدہ کام کررہی ہے۔ اور نہایت ضروری اور اہم مضامین پر اس وقت تک ۲۵ ہینڈبل شائع کرچکی ہے۔ درمیان میں کچھ عرصہ بعض وجوہات سے ہینڈبل شائع ہونیکا سلسلہ ملتوی رہا لیکن خوشی کی بات ہے کہ اب پھر شروع ہوگیا ہے۔ اور تازہ ہینڈبل "نزول ابن مریم" کے عنوان سے مکرمی سید ولاور شاہ صاحب کا لکھا ہوا شائع ہوا ہے۔ جس میں مختصر طور پر بہت عمدگی کے ساتھ از روئے قرآن اور حدیث لفظ نزول کے معنی بیان کئے گئے ہیں جن کے نہ سمجھنے کی وجہ سے ہمارے مخالفین کو دھوکہ لگا ہوا ہے اور وہ سمجھے بیٹھے ہیں۔ کہ حضرت مسیح موعود آسمان سے نازل ہونگے۔ اس کے علاوہ حضرت مسیح کی آمد ثانی کی حقیقت ان کی زبانی بتائی گئی ہے اور ابن مریم سے جو مراد ہے اسے واضح کیا گیا ہے۔ ہمارے خیال میں مجمع الاخوان کا یہ ہینڈبل بھی تبلیغ احمدیت کے لئے پہلے ہینڈبلوں کی طرح بہت کارآمد اور مفید ہے۔ اور سمجھدار احباب اس سے ضرور فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ احباب کو چاہئے کہ اسے منگوا کر مخالفین میں کثرت سے تقسیم کریں اس کی قیمت خرچ کے مطابق صرف ایک روپیہ سینکڑہ ۵۰ کے آٹھ آنے اور ۲۵ کے ۴ علاوہ محصول ڈاک ہیں۔ اس سے کم جو صاحب منگوانا چاہیں۔ وہ ٹکٹ بھیجدیں۔

اس کے متعلق احباب مندرجہ ذیل پتہ پر خط و کتابت کریں۔

سید ولاور شاہ صاحب سکرٹری مجمع الاخوان
کوچہ چابک سواران لاہور

بمبئی میں پبلک لائبریری

چوہدری سردار علی صاحب سکرٹری انجمن احمدیہ بمبئی لکھتے ہیں۔ کہ انہوں نے بمبئی میں ایک پبلک لائبریری کھولنے کا ارادہ کیا ہے۔ جو مصنف ہیں اپنی اپنی تصنیفات کا ایک ایک نسخہ ذیل کے پتہ پر لائبریری مذکور میں رکھنے کے لئے بھجوا دیں۔ معرفت چوہدری سردار علی صاحب سکرٹری انجمن احمدیہ بمبئی احمدیہ مسلم ایسوسی ایشن مومن بلڈنگ

پوسٹ نمبر ۴ "

نماز جنازہ

برادر نور محمد صاحب سکرٹری انجمن احمدیہ سید واہ کی والدہ اور عبداللہ صاحب احمدی کنانور سے اطلاع دیتے ہیں کہ عبدالقادر صاحب اور برادر غلام نبی صاحب سیٹھی احمدی راولپنڈی کی اہلیہ فوت ہوگئی ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون احباب نماز جنازہ غائب پڑھیں۔

درخواست اخبار

چونکہ خاکسار سلسلہ احمدیہ کے اخبار وغیرہ کا مطالعہ شائق ہے لیکن بوجہ بے بضاعتی قیمت ادا کرنے کی گنجائش نہیں اگر کوئی صاحبدل کچھ عرصہ کے لئے اخبار الفضل خاکسار کے نام جاری کرادے تو مشکوری کا باعث ہوگا۔ لہٰذا آپ مندرجہ بالا چند سطور کو اپنے اخبار گوہربار میں درج کرادیویں تاکہ کوئی محب توجہ فرمادیں۔

خاکسار سلسلہ حقہ احمدیہ کی کتابیں اور اخبار و رسائل کے مطالعہ کا ازحد شائق ہے لیکن بوجہ عیالداری کے ناداری مانع ہے۔ اگر کوئی صاحب بصدق للہ اس کار خیر میں حصہ لیگا۔ تو خدا اسے اجر دیگا۔ عرصہ تک فدوی بھی دے سکیگا۔ باقی کی امداد کی درخواست ہے۔

خاکسار محمد شریف قریشی نائب مدرس مدرسہ
آڈہ بباسنہ ہرن پور ضلع جہلم

ایڈیٹر کی اطلاع

مجھے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ کی سالانہ جلسہ کی تقریریں مرتب کرنے کے لئے چند دن تک اخبار کے کام سے فارغ کیا گیا ہے اس لئے میں اب سوائے کسی خاص مضمون کے انہی کے مرتب کرنے میں مصروف رہونگا۔ اور ان ایام میں قاضی اکمل صاحب قائم مقام ایڈیٹر کے طور پر کام کریں گے۔ اطلاعاً عرض ہے۔

خاکسار
غلام نبی

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

الفضل

قادیان دارالامان ۳۰ مئی ۱۹۱۹ء

مسلمانوں کی افسوسناک حالت

سمجھدار اصحاب کی توجہ کے قابل

غیرت ملی اور حمیت دینی ایک ایسا وصف ہے کہ جس پر ہر ایک قوم کی حیات کا دارومدار ہے۔ اور خصوصاً مسلمانوں کو دنیا میں جس قدر عروج اور رفعت حاصل ہوئی۔ وہ اسی کے باعث تھی اور آئندہ بھی اسی کی وجہ سے ہو سکتی ہے۔ لیکن افسوس آج ان لوگوں کی حالت کو دیکھ کر جو مسلمان ہونیکا دعوے کرتے اور اسلام کے پیرو کہلاتے ہیں رونا آتا ہے اور حیرت ہوتی ہے۔ کہ کیا یہ انہی بزرگوں کے نام لیوا اور انہی اسلاف کے اخلاف ہیں جنہوں نے مذہب کے لئے اس قدر غیرت اور حمیت کا ثبوت دیا تھا کہ اپنے عزیزوں رشتہ داروں۔ اور بیوی بچوں اموال اور وطنوں حتیٰ کہ جانوں تک کو لگا دینا تو منظور کر لیا۔ لیکن کسی مضبوط سے مضبوط تعلق اور بڑے سے بڑے فائدہ کے خاطر یہ گوارا نہ کیا کہ ان لوگوں سے کسی قسم کا واسطہ اور تعلق رکھیں جو ان کے اپنے مذہب کے کسی چھوٹے سے چھوٹے حکم کے بجا لانے میں روک کا باعث ہوں۔ یا جو ان کے کسی مذہبی رکن کی تحقیر اور تذلیل کریں۔ مگر آج مسلمان کہلانے والوں کی یہ حالت ہے۔ کہ معمولی سے معمولی فائدہ کو چھوڑ کے کسی موہوم اور مفضول سے خیال کی بنا پر بھی۔ وہ ایسے لوگوں کی قدمبوسی کرنے۔ اور انھیں اپنا ملجاء و ماوا تسلیم کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کرنے والے اسلام پر ہنسی اڑانے والے اور قرآن کریم پر گندے سے گندے اعتراض کرنے والے ہیں۔ اور مسلمانوں کو محض مسلمان کہلانے اور کسی اسلامی رکن پر عمل کرنے کی وجہ سے کشتنی وگردن زدنی سمجھتے ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے۔ یہی کہ وہ لوگ جو مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں ان کے دل میں جہاں اسلام کی اتنی بھی قدر اور قیمت نہیں رہی جتنی ایک مفضول سے مفضول خیال کی ہو سکتی ہے۔ وہاں اپنی عزت اور وقار کا بھی کوئی خیال نہیں رہا۔ سو چونکہ انھوں نے خدا اور اس کے رسول کے احکام کو بالکل پس پشت ڈال دیا ہے اور خدا تعالیٰ کو بالکل بھول گئے ہیں۔ اس لئے خدا تعالیٰ کے اس قانون کے ماتحت کہ کالذین نسوا اللہ فانسٰھم انفسھم وہ لوگ جو خدا کو بھول جاتے ہیں۔ اللہ ان سے ان کا اپنا آپ بھلا دیتا ہے۔ یعنی ان میں اپنی ذات کے متعلق بھی غیرت اور حمیت نہیں رہتی۔ مسلمانوں کی بھی یہ حالت ہو گئی ہے۔ کہ انھیں ایسے لوگوں کی بیجا باتیں مانتے ہوئے بھی عار نہیں آتی۔ جن کی آنکھوں میں وہ خار کی طرح کھٹکتے۔ اور جو ہر وقت ان کے مٹانے کے درپے رہتے ہیں۔ آہ اس سے بڑھ کر مسلمانوں پر اور کونسا نازک وقت آئیگا۔ اور اس سے زیادہ ان کی تباہی اور بربادی کے اور کیا سامان ہونگے کہ ان میں سے غیرت اور حمیت کا مادہ دن بدن مفقود ہوتا جا رہا ہے۔ اور وہ اپنے آپکو روز بروز بھلائے جا رہے ہیں۔

اس موقعہ پر ہم چند تازہ واقعات کو پیش کر کے سمجھدار اصحاب سے یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ ان سے مسلمانوں کی بے غیرتی اور بے حمیتی کا پورا پورا ثبوت ملتا ہے یا نہیں۔

ان دنوں رولٹ بل کے خلاف "خاموش مقابلہ" کے نام سے جو شورش پھیلی تھی۔ اور جس کی وجہ سے تمام بڑے بڑے شہروں میں مسلمانوں نے ہندوؤں کے ساتھ مل کر سٹرائکیں کیں۔ اور جلوس نکالے تھے۔ اس کے متعلق سب کو معلوم ہے کہ یہ مسٹر گاندھی کی تحریک ہے۔ اور مسٹر گاندھی وہ شخص ہے جس نے کچھ زیادہ عرصہ نہیں گذرا قریباً ایک ہی سال ہوا۔ انگریزی اخبار سٹیٹسمین میں لکھا تھا کہ

"ایک ہندو بھی ہندوستان کے طول و عرض میں ایسا نہیں ہے۔ جو ایک دن اپنی سرزمین کو گاؤکشی سے آزاد کرنے کی امید نہ رکھتا ہو۔ اور ہندو مذہب کو جیسا کہ میں جانتا ہوں۔ اس کی روح کے سراسر خلاف عیسائی یا مسلمان کو بزور شمشیر بھی گاؤکشی چھوڑنے سے اغماض نہ کرے گا"

یہ ہیں اس شخص کے دلی جذبات۔ اور اندرونی خیالات کا عکس۔ جس کے اشارے پر ان بعض مسلمانوں نے گورنمنٹ کے خلاف شورش میں حصہ لیا ہے اور جلوس نکال کر ان میں "مہاتما گاندھی کی جے" کے نعرے لگائے۔ سوچنے کا مقام ہے کہ کیا وہ شخص جو یہ چاہتا ہو کہ اگر اسے موقعہ ملے تو وہ مسلمانوں سے بزور شمشیر گاؤکشی چھڑانے سے دریغ نہ کرے۔ اور انھیں اس چیز کے استعمال کرنے سے مجبور کردے جس کی اجازت اسلام دیتا ہے۔ اس کی کسی ایسی تحریک پر عمل کرنا جس سے گورنمنٹ برطانیہ پر دباؤ ڈالنا۔ یا اس کے وقار کو ضعف پہنچانا منظور ہو۔ کسی مسلمان کہلانے والے کے لئے مناسب ہو سکتا ہے۔ اور کسی غیرتمند مسلمان کے منہ سے ایسے شخص کی "جے" کا نعرہ پسند ہو سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ وہ لوگ جو مسلمان ہونیکا دعویٰ کرتے ہیں بڑی خوشی کے ساتھ مسٹر گاندھی کی تحریک پر عمل کرتے رہے اور بعض جگہ تو ہندوؤں سے بھی آگے بڑھ گئے

اور بڑے جوش سے "مہاتما گاندھی کی جے" کے نعرے لگاتے رہے۔ یہ مذہبی بے غیرتی اور بے حمیتی کی انتہائی حد نہیں تو اور کیا ہے کہ ایک ایسے انسان کے کہنے پر شورش برپا کی جائے۔ جس کے دلی خیالات اور جذبات مسلمانوں کے سخت خلاف ہوں۔ اور جو اسلام کی دی ہوئی ایک اجازت کو تلوار کے زور سے منسوخ کرنیکا تہیہ کئے ہوئے ہو۔ ممکن ہے کہا جائے کہ عوام کو مسٹر گاندھی کے ان خیالات سے جو وہ مسلمانوں کے متعلق رکھتے ہیں آگاہی نہیں۔ اس لئے وہ اس کے کہنے پر عمل پیرا ہو رہے ہیں۔ اور اس کی "جے" کے نعرے لگا رہے ہیں۔ لیکن یہ کہنا عذر گناہ بدتر از گناہ کا مصداق ہے۔ کیونکہ اس سے بڑھ کر نادانی اور جہالت اور کیا ہو سکتی ہے کہ ایک ایسے شخص کے کہنے پر گورنمنٹ کے مقابلہ میں کھڑے ہونے کی جرأت کی جائے خواہ اس مقابلہ کا نام "خاموش مقابلہ" ہی کیوں نہ رکھ لیا جائے۔ جس کے صحیح اور درست حالات اور دلی جذبات سے واقفیت نہ حاصل کر لی جائے۔ اور جس کی ہمدردی کا پورا پورا ثبوت نہ اپنے پاس ہو۔ پس اگر مسلمان مسٹر گاندھی کے متعلق بغیر کچھ واقفیت حاصل کئے اس کے نام کے نعرے لگاتے رہے۔ اور اس کی پیش کردہ تحریک پر عمل کرتے رہے۔ تو بھی یہ کوئی کم افسوسناک بات نہیں ہے کیونکہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی ایسی ردی حالت ہو گئی ہے۔ کہ جدھر کوئی چاہتا ہے۔ انہیں ہانک کر لیجاتا ہے۔ اور وہ ہانکنے والے سے اتنا بھی پوچھنے کی ضرورت نہیں سمجھتے کہ تم کون ہو اور کدھر لے جا رہے ہو۔ ایسے لوگوں کے آج نہیں۔ تو کل نہیں تو پرسوں تہلکات میں گرنے اور بالکل تباہ و برباد ہو جانے میں کیا شک رہ جاتا ہے۔ یہ بھی مذہبی حمیت کے نہ ہونے کا ہی ثبوت ہے۔ کیا کوئی دردمند انسان ہے جو اس پر غور کرے۔ اور کوئی دور اندیش شخص ہے جو اس سے فائدہ اٹھائے۔

انہی حالات کے سلسلہ میں مسلمانان دہلی نے جس مذہبی بے غیرتی کا ثبوت دیا۔ وہ تو بہت ہی حیرت انگیز ہے۔ اخبارات میں "جامع مسجد دہلی میں سوامی شردھانند کا لیکچر" کے عنوان سے یہ خبر شائع ہو چکی ہے۔ کہ

"۴- اپریل کو جامع مسجد دہلی میں ان اشخاص کے لئے جو ۳۰- مارچ کو گولیوں سے ہلاک ہوئے تھے۔ دعا کی گئی۔ قریباً ۳۰ ہزار اشخاص جمع تھے۔ نماز اور خطبہ کے بعد ہندوؤں کو بڑی آزادی سے مسجد میں آنے کی اجازت دی گئی سیکرٹری انجمن نعمانیہ نے ممبر پر کھڑے ہو کر تقریر کی۔ اس اثنا میں سوامی شردھانند صاحب (سابق منشی رام صاحب) مسجد میں تشریف لائے تمام مجمع آپ کے استقبال کے لئے کھڑا ہو گیا۔ سوامی صاحب کو منبر پر کھڑا کیا گیا۔ اور آپ سے تقریر کرنے کے لئے درخواست کی گئی۔ یہ نظارہ عجیب تھا"

جو لوگ "سوامی شردھانند صاحب" (لالہ منشی رام) کے نام سے واقف ہیں۔ وہ یہ بھی ضرور جانتے ہیں۔ کہ آپ اس فرقہ کے جو آریہ کے نام سے مشہور ہے۔ اور جس کے افراد کا سلوک اسلام سے نہایت دل آزار اور رنجدہ ہے۔ ایک سرگردہ لیڈر ہیں اور اس شخص کے خاص شیدائیوں میں سے ہیں۔ جس نے اپنی مشہور کتاب میں اسلام اور بانی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق اس قدر سخت اور نامہذب الفاظ استعمال کئے ہیں کہ کوئی مسلمان ان کو پڑھ کر بیتاب اور غمناک ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اس وقت یہ کتاب دنیا سے ناپید نہیں ہو گئی۔ بلکہ ہر سال کثیر تعداد میں فروخت اور مفت تقسیم کی جاتی ہے۔ ایسے شخص کو جامع مسجد کے منبر پر کھڑا کر کے اس سے لیکچر کی درخواست کرنیوالوں اور اس کے درخواست منظور کرنے پر اللہ اکبر کے نعروں سے خوشی کا اظہار کرنے والوں کی مذہبی غیرت اور حمیت پر جس قدر بھی ماتم کیا جائے تھوڑا ہے۔ اس سے بڑھ کر حیرت انگیز بات کیا ہو سکتی ہے۔ کہ خانۂ خدا میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ممبر پر ایک ایسے شخص سے درخواست کر کے لیکچر کرایا جائے۔ جو دل سے اسلام اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سخت دشمن ہو۔ اور بانیٔ آریہ سماج نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جو الزام لگائے ہیں۔ ان کو سچا سمجھتا ہو۔ ہم اس موقعہ پر ان الزامات کو حرف بحرف بیان کر کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فدائیوں کے دل کو زخمی کرنا نہیں چاہتے۔ لیکن یہ بتانے سے باز نہیں رہ سکتے کہ جس شخص نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات پر نہایت سخت الزام لگائے اور آپ پر بہتان باندھے ہیں۔ اسی کو "سوامی شردھانند صاحب" اپنا راہنما سمجھتے۔ اور اسی کے مشن کی اشاعت اور ترقی کے لئے سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر سادھو بن گئے ہیں۔ اب وہ لوگ جو اپنے آپ کو مسلمان سمجھتے مسجد کو خانۂ خدا یقین کرتے۔ اور مسجد کے ممبر کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ممبر قرار دیتے ہیں۔ بتائیں اور سوچ سمجھ کر بتلائیں۔ کہ ان کا ایسے شخص کو جامع مسجد میں ممبر پر کھڑے کر کے وعظ کرانا کس بات کی علامت ہے۔ اور ان کی دینی اور مذہبی حالت پر کیا فتویٰ لگاتا ہے۔ آہ یہ ہے آجکل کی مسلمانی اور یہ ہیں اس زمانے کے مسلمان

شائد کہا جائے کہ سوامی شردھانند صاحب کو جامع مسجد کے ممبر پر کھڑا کر کے تقریر کرنے کا موقعہ دینے سے مسلمانوں کے وسیع الحوصلہ ہونیکا ثبوت ملتا ہے نہ کہ کسی قسم کی بے غیرتی۔ اور بے حمیتی کا۔ لیکن معاف فرمایا جائے اگر ہم یہ کہیں کہ کوئی سمجھدار اور غیرت رکھنے والا انسان اس کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جب دنیاوی معاملات میں کوئی باغیرت انسان یہ پسند نہیں کرتا کہ ایک ایسے شخص کو جو اس کی ذات پر یا اس کے ماں باپ پر یا اسکی بیوی اور لڑکی پر گندے سے گندے اور فحش سے فحش الزام لگائے یا اس قسم کے ناپاک الزام لگانے والے کی ہاں میں

ہاں ملائے اسے اپنے گھر میں بلاکر اس کی خاطر تواضع کرے - اور اس کا نام وسعت حوصلہ رکھے تو دینی معاملہ میں کیونکر جائز ہو سکتا ہے - کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت ہتک کرنے والے کے شیدائی کو اپنے گھر نہیں بلکہ خدا کے گھر میں ممبر پر کھڑا کیا جائے - اور اس سے لیکچر دینے کی درخواست کی جائے - یہ سوائے مذہبی بے عزتی اور بے حمیتی کے ہرگز نہیں ہو سکتا -

کاش مسلمان سوچیں اور غور کریں کہ ان کی حالت دن بدن ایسی افسوسناک ہو رہی ہے - کہ اگر انہوں نے اس میں تبدیلی نہ کی - اور اسلام کے حقیقی پیرو نہ بن گئے - تو ان کا انجام بھی وہی ہوگا - جو ان سے پہلے بہت سی قوموں کا ہو چکا ہے -

مسلمان کہلانے والوں کو خوب اچھی طرح سن لینا چاہیئے کہ ان کی ہر قسم کی ترقی مذہب کے ساتھ وابستہ ہے - اور جب تک وہ خدا تعالےٰ کے اس برگزیدہ انسان کے ذریعہ اسلام کے پابند نہ ہونگے جسے خدا تعالےٰ نے دنیا کو حقیقی اسلام سکھانے کے لئے بھیجا ہے - اس وقت تک نہ ان میں مذہبی غیرت پیدا ہو سکتی ہے - اور نہ وہ زندہ قوم کہلا سکتے ہیں -

اس تحریر سے کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہو - کہ ہم ہندو مسلمانوں کے اتحاد اور اتفاق کے حامی نہیں ہیں - ہم تو دل و جان سے اس کے متمنی ہیں اور اس انسان کے پیرو ہیں - جس نے سب سے پہلے ہندو مسلمانوں کو اتحاد اور اتفاق کی سلک میں منسلک کرنے کے لئے پیام صلح دیا - لیکن چونکہ مستقل اور پائدار اس طریق سے نہیں ہو سکتی جو اختیار کیا جا رہا ہے - بلکہ اس کے لئے اس طریق پر عمل پیرا ہونا ضروری ہے جو حضرت مرزا صاحب نے پیش کیا ہے کہ ہر ایک مذہب کے بزرگوں کو عزت اور توقیر کی نظر سے دیکھا جائے اور کسی مذہب پر اعتراض کرنے کی بجائے اپنے اپنے مذہب کی خوبیاں پیش کی جائیں۔ اس لئے ہم کسی ایسی پیشکش کو ہرگز پسند نہیں کرتے جو عارضی اور فوری جوش کی وجہ سے اختیار کر لی گئی ہو اور جس سے مذہبی بے حمیتی اور بے عزتی کا ثبوت ملتا ہو۔

حضرت مسیح موعود کی پیشگوئیاں

بنگال کی دلجوئی

۳

حضرت مسیح موعود کی تیسری پیشگوئی جس پر مولوی ثناء اللہ صاحب نے اعتراض کیا ہے۔ وہ تقسیم بنگال کے متعلق ہے اسکی بنسبت آپ لکھتے ہیں۔

"میں دعوے سے کہتا ہوں کہ مرزا صاحب کی پیشگوئی تقسیم بنگال کے متعلق غلط ہوئی اور بالکل غلط ہوئی کسی معمولی طریق سے غلط نہیں ہوئی بلکہ ہمارے بادشاہ جارج پنجم نے خود ولایت انگلستان سے تشریف لاکر بذات خود اسکی تکذیب فرمائی سنئے مرزا صاحب کی زندگی میں ان کے رسالہ ریویو قادیان کی جلد ۵ بابت سنہ ۱۹۰۶ کے صفحہ ۲۴۳ پر لکھا گیا تھا کہ تقسیم بنگال منسوخ نہ ہوگی حالانکہ بادشاہ نے اسکی منسوخی کا اعلان فرمایا اور آج اس کی منسوخی دیکھ رہے ہیں"

قبل اس کے کہ ہم یہ دکھا کر کہ شاہ معظم نے تقسیم بنگال کو بالکل منسوخ نہیں فرمایا - مولوی صاحب کے اعتراض کو باطل ثابت کریں - اصل پیشگوئی کا مختصر طور پر ذکر کر دینا ضروری سمجھتے ہیں تاکہ معلوم ہو سکے کہ اس کا اصل منشا کیا تھا - اور وہ منشا کیسی صفائی اور عمدگی کے ساتھ پورا ہوا -

حضرت مرزا صاحب نے سنہ ۱۹۰۶ء میں اس وقت اپنی یہ پیشگوئی شائع کی تھی - جبکہ گورنمنٹ نے صوبہ بنگال میں انتظامی سہولتیں پیدا کرنے کے لئے اسکو دو حصوں میں تقسیم کر دیا تھا - اور بنگالی اسے منسوخ کرانے کی جائز و ناجائز کوشش کر کے اس میں ذرا بھی تغیر و تبدل ہونے سے بالکل مایوس ہو چکے تھے - اور لارڈ کرزن کے بعد لارڈ منٹو وائسرائے ہند

اور لارڈ مارلے وزیر ہند نے - اس کے متعلق بنگالیوں کی کسی قسم کی دلجوئی کرنے سے مجبوری ظاہر کرتے ہوئے اسے پتھر کی لکیر کہدیا تھا حتیٰ کہ پارلیمنٹ میں ایک بار نہیں بلکہ متعدد بار کھلے الفاظ میں ذمہ وار وزرا نے اعلان کر دیا تھا کہ بنگال کی نسبت جو کچھ حکم جاری کیا گیا ہے - وہ ایک فیصلہ شدہ امر ہے - اس میں اب کسی قسم کی ترمیم یا تنسیخ نہیں ہو سکتی اس انتہائی مایوسی اور ناامیدی کے وقت حضرت مرزا صاحب نے خدا تعالےٰ سے الہام پا کر یہ پیشگوئی شائع کی کہ "پہلے بنگالہ کی نسبت جو کچھ حکم جاری کیا گیا تھا - اب انکی دلجوئی ہوگی"

ان الفاظ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس پیشگوئی کا صاف اور واضح منشا یہ ہے کہ تقسیم بنگال کے متعلق جو حکم پہلے جاری کیا گیا تھا - وہ اس طرح منسوخ نہیں کیا جائیگا - کہ بنگال کی جو حالت اس کے جاری ہونے سے قبل تھی بعینہ وہی حالت ہو جائیگی - بلکہ اسکی کسی ایسے رنگ میں ترمیم کی جائیگی - کہ اہل بنگال کو اس حکم سے جو رنج پہنچا ہے اس کے متعلق ان کی دلجوئی ہو سکے - اور جس غرض کے لئے وہ حکم دیا گیا تھا - وہ بھی حاصل ہو سکے - لیکن یہ بات اس وقت ایسی ناممکن اور محال نظر آتی تھی کہ کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ آسکتی تھی - کیونکہ بنگال کے اس وقت کے حالات اور واقعات کو مدنظر رکھکر اگر کوئی انسانی دماغ کچھ خیال کر سکتا تھا تو یہی خیال کر سکتا تھا کہ یا تو گورنمنٹ بنگالیوں کی شورش کی وجہ سے اس حکم کو بالکل منسوخ کر دیگی - اور بنگال کی جو حالت پہلے تھی وہی بحال کر دیگی - یا اپنے رعب اور سطوت کو قائم رکھنے کے لئے اپنے حکم میں کسی قسم کی بھی ترمیم نہیں کرے گی - وجہ یہ کہ اگر ایک طرف بنگالی حد سے زیادہ برانگیختہ اور مشتعل ہو کر شورش و شر پھیلا رہے اور بدامنی وغیرہ کا موجب بن رہے تھے - تو دوسری طرف گورنمنٹ کے وزرا پارلیمنٹ میں اور وائسرائے اپنی کونسل میں بار بار اعلان

کر چکے تھے۔ کہ بنگال کے متعلق جو حکم دیا گیا ہے۔ وہ قطعی حکم ہے۔ اس میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں کیجا سکتی لیکن پیشگوئی میں ان دونوں پہلوؤں کے خلاف ایسی بات بتائی گئی تھی۔ جس کی طرف اس وقت کسی کا خیال بھی نہیں جا سکتا تھا۔ اور نہ کسی کے ذہن میں آ سکتا تھا۔ کہ چند ہی سال کے بعد گورنمنٹ کو اپنے اس حکم میں کوئی ایسی ترمیم کرنا پڑیگی جس سے بنگالیوں کی دلجوئی مد نظر ہوگی۔ مگر وہ خدا جس نے اپنے برگزیدہ حضرت مرزا صاحب کے ذریعہ یہ بتایا تھا کہ "پہلے بنگالہ کی نسبت جو کچھ حکم جاری کیا گیا تھا اب ان کی دلجوئی ہوگی" اس نے ایسے سامان پیدا کر دیئے۔ کہ گورنمنٹ نے ایک اہم تغیر کرتے وقت اس بات کا خاص خیال رکھا کہ بنگالیوں کی اس حکم کے متعلق دلجوئی ہو سکے جو پہلے جاری کیا گیا تھا۔ وہ اہم تغیر یہ تھا کہ گورنمنٹ ہند نے کلکتہ کی بجائے دہلی کو پایہ تخت قرار دینے کی تجویز پیش کی تھی۔ اور چونکہ خیال تھا کہ بنگالی اس تجویز کو اچھی نظر سے نہ دیکھینگے۔ اس لئے یہ سکیم تیار کرتے وقت پہلے بنگالہ کی نسبت جو کچھ حکم جاری کیا گیا تھا۔ اس کے متعلق دلجوئی کرنے کا خاص خیال رکھا گیا۔ چنانچہ وائسرائے ہند نے اس سکیم میں نہایت صاف الفاظ میں لکھا کہ "ممکن ہے بنگالی اس تجویز کو اچھی نظر سے نہ دیکھیں۔ اگر صرف یہی ہو۔ لیکن ہم امید کرتے ہیں۔ کہ اس سکیم کے اور پہلوؤں کے سبب سے اس تبدیلی پر راضی ہو جائیں گے۔ جو کہ ہم نے خاص طور بنگالی احساس کی دلجوئی کے لئے تجویز کئے ہیں۔"

اس سکیم کو منظور فرما کر جب حضور ملک معظم جارج پنجم شہنشاہ ہند خود ہندوستان میں تشریف لائے۔ تو ۱۲۔ دسمبر ۱۹۱۱ء کو اپنی تخت نشینی کی تقریب پر اپنی زبان سے بالکل غیر متوقع اعلان فرمایا۔ کہ:-

"آج سے میں اپنے وزراء کے مشورہ کے مطابق شہر کو جہاں میں اس وقت کھڑا ہوں بجائے کلکتہ کے ہندوستان کا پایہ تخت مقرر کرتا ہوں اور اسی کے ضمن میں یہ تبدیلی کی جاتی ہے۔ کہ مشرقی و مغربی بنگال آئندہ کے لئے ایک ہی صوبہ ہوگا۔ جس پر بجائے لفٹنٹ گورنر کے گورنر حکومت کرے گا۔ آسام ایک علیحدہ صوبہ ایک چیف کمشنر کے ماتحت ہوگا۔ اور بہار اوڑیسہ چھوٹا ناگپور ایک جدا صوبہ ایک لفٹنٹ گورنر کے ماتحت ہوگا۔"

اس شاہی اعلان میں تبدیلی دارالسلطنت کے ساتھ جن امور کا اعلان کیا گیا۔ یہی وہ پہلو تھے جو سکیم میں بنگالیوں کی دلجوئی کے لئے خاص طور پر تجویز کئے گئے تھے۔ ان پر غور کرنے سے صاف ظاہر ہے کہ ان کے ذریعہ نہ تو تقسیم کے حکم کو بالکل منسوخ کر دیا گیا ہے۔ اور نہ ہی پہلا حکم بحال رکھا گیا ہے۔ کیونکہ اگر مشرقی اور مغربی بنگال کو ملا کر ایک صوبہ کر دیا گیا۔ تو ساتھ ہی یہ تقسیم کر دیگئی۔ کہ مشرقی بنگال سے آسام کو الگ کر کے ایک چیف کمشنری کے ماتحت کر دیا گیا۔ اور مغربی بنگال سے بہار چھوٹا ناگپور اور اڑیسہ کو علیحدہ کر کے ایک الگ صوبہ بنا دیا گیا۔ اس بات کو مد نظر رکھ کر جب حضرت مرزا صاحب کی پیشگوئی کو دیکھا جائے تو بالکل کھلے طور پر معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ وہ لفظاً اور معناً نہایت صفائی کے ساتھ پوری ہو گئی کیونکہ اس میں بتایا گیا تھا کہ "پہلے بنگالہ کی نسبت جو کچھ حکم جاری کیا گیا تھا۔ اب انکی دلجوئی ہوگی" یعنی تقسیم بنگال کے متعلق جو حکم پہلے جاری کیا گیا تھا۔ اس میں دوسرے حکم کے ذریعہ بنگالیوں کی دلجوئی کے لئے ترمیم کی جائیگی پس جب شہنشاہ معظم نے پہلے حکم میں ایسی تبدیلی کر دی جس سے بنگالی بھی خوش ہو گئے۔ اور ایک رنگ میں تقسیم بھی کر دیگئی اور یہی پیشگوئی کا اصل منشاء تھا۔ تو اس پیشگوئی کو اس بنا پر غلط قرار دینا سخت ناواقفیت یا ضد پر مبنی ہے۔ کہ

"مرزا صاحب کی زندگی میں ان کے رسالہ ریویو قادیان کی جلد ۵ بابت ۱۹۰۶ء کے صفحہ ۲۸۴ پر لکھا گیا تھا کہ تقسیم بنگال منسوخ نہ ہوگی حالانکہ بادشاہ نے اسکی منسوخی کا اعلان فرمایا اور آج اس کی منسوخی دیکھ رہے ہیں۔"

کیونکہ بادشاہ معظم نے نہ تو تقسیم بنگال کے بالکل منسوخ کرنیکا اعلان فرمایا۔ نہ کوئی آنکھوں والا آج بنگال کو بعینہ اس حالت میں دیکھ رہا ہے۔ جو تقسیم کا پہلا حکم دینے سے قبل تھی۔ بلکہ ہر ایک کو نظر آ رہا ہے۔ کہ آسام بہار چھوٹا ناگپور اور اڑیسہ کے علاقہ جو پہلے بنگال کے ساتھ شامل تھے۔ ان کو الگ کر کے بنگال کی ایک اور رنگ میں تقسیم کر دی گئی پس حضرت مرزا صاحب کی زندگی میں رسالہ ریویو میں جو کچھ لکھا گیا تھا۔ وہی صحیح تھا۔ اور شہنشاہ معظم کے اعلان سے نہ صرف اس کے خلاف کوئی امر واقعہ ہوا۔ بلکہ اسی کی مزید تصدیق ہوئی۔ چنانچہ ہر ایک عقلمند اور صاحب بصیرت انسان شہنشاہ معظم کے اعلان اور پیشگوئی کے الفاظ کو مقابل رکھ کر دیکھ سکتا ہے۔ کہ جو کچھ پیشگوئی میں بتایا گیا تھا ملک معظم کے اعلان سے وہی حرف بحرف پورا ہوا۔ پیشگوئی کے اصل الفاظ یہ ہیں۔ کہ

"پہلے بنگالہ کی نسبت جو کچھ حکم جاری کیا گیا تھا۔ اب ان کی دلجوئی ہوگی"

اس پیشگوئی کو سرسری نظر سے دیکھنے پر فوراً معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس میں "پہلے" کا لفظ اس بات کیطرف اشارہ کرتا ہے۔ کہ اس کے بعد ایک دوسرا حکم اسی امر کے متعلق جاری کیا جائیگا جس کے متعلق پہلا حکم دیا گیا۔ یعنی تقسیم بنگالہ کے متعلق اور اس کی غرض یہ ہوگی کہ پہلے حکم سے بنگالیوں کو جو رنج پہنچا ہے اسے دور کر کے ان کی دلجوئی کی جائے۔ پھر دوسری بات پیشگوئی کے الفاظ سے یہ ظاہر ہے کہ پہلا حکم بکلی منسوخ نہ کیا جائیگا۔ یعنی اس طرح نہ ہوگا کہ دوسرے حکم میں یہ کہا جائے کہ پہلے بنگالہ کی نسبت جو کچھ حکم جاری کیا گیا تھا۔ وہ واپس لیا جاتا ہے۔ اور جس طرح اس حکم سے پہلے بنگال کی حالت تھی۔ اسی طرح اب پھر کر دی جاتی ہے۔ ہاں وہ دوسرا حکم اس قسم کا ضرور ہوگا جس سے بنگالیوں کی دلجوئی مد نظر ہوگی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ حضور ملک معظم نے وائسرائے ہند اور وزیر ہند کے مشورہ سے ۱۲۔ دسمبر ۱۹۱۱ء کو دہلی کے جشن شاہی میں جو اعلان تقسیم بنگال کے متعلق فرمایا۔ اس میں یہ

خطبہ جمعہ

موجودہ حالات میں دعا سے کام لو

از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ

(فرمودہ ۱۸- اپریل ۱۹۱۹ء)

حضور نے سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

دعا کا تعلق تمام مذاہب سے ہے

بہت سے مذاہب جن کا پتہ دنیا میں ملتا ہے دعا کے قائل ہیں بہت سے مذاہب سے میری مراد یہ نہیں ہے کہ موجودہ مذاہب میں سے بہت۔ بلکہ میری مراد ان کے مقابلہ میں ہے۔ جو مٹ گئے ہیں۔ ان کی اگرچہ ہمیں پوری تفصیلیں معلوم نہیں۔ مگر ہم موجودہ پر قیاس کر کے کہہ سکتے ہیں۔

اگر ہم ان ممالک کی حالت پر غور کریں جنہوں نے کبھی تہذیب و تمدن کو دیکھا ہے۔ تو ان میں جس قدر بھی مذاہب ہوئے ہیں۔ ان تمام میں دعا پر خاص زور دیا گیا ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ بعض نے زیادہ زور دیا ہے اور بعض نے کم اور بعض دعا کی اصلیت اور حقیقت سے منکر ہو گئے ہیں۔ اور ان میں محض دعا کا نام رہ گیا ہے۔ یعنی بعض میں دعا تو کیجاتی ہے مگر اس کے اثرات اور برکات کے قائل نہیں یعنی رسماً اور عادۃً دعا کرتے ہیں۔ پرارتھنا ئیں کرتے ہیں۔ مگر ان کا یقین ہے کہ دعا نہ کچھ بگاڑ سکتی ہے اور نہ کچھ بنا سکتی ہے۔ تو ان میں دعا کا وجود ہے۔ مگر رسم اور نام کے طور پر نہ کہ اصلیت اور حقیقت کے لحاظ سے۔

بہرحال یہ ثبوت ہے۔ اس بات کا کہ دعا کا وجود تمام مذاہب میں پایا جاتا ہے۔ اور کوئی مذہب اس سے خالی نہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ دعا کے برکات سے محروم ہیں۔ اور اسکی وجہ انبیاء کے سلسلے منقطع ہو چکے ہے لیکن کسی نہ کسی رنگ میں دعا ان میں پائی جاتی ہے۔ پرانی تاریخ کو دیکھو تو معلوم ہوگا۔ کہ پہلے لوگ بھی دعا کے قائل تھے۔ اور آجکل کے لوگ گو اثرات کے قائل نہ ہوں مگر عملاً دعا کرتے ضرور ہیں۔

اسلام کی خصوصیت

اسلام کو دیگر مذاہب پر جس طرح اور باتوں میں خصوصیتیں حاصل ہیں۔ اسی طرح دعا کے بارے میں بھی ایک فوقیت ہے۔ اور وہ یہ کہ اسلام نے نہ صرف دعا کے ایسے گر بتائے ہیں۔ جن پر عمل کر کے انسان کامیاب ہو سکتا ہے۔ اور نہ صرف یہ کہ اس میں دعا پر خاص زور دیا گیا ہے اور نہ صرف یہ کہ اسلام نے ہر موقعہ کی دعا کے لئے بہترین سے بہترین الفاظ انتخاب کر کے رکھدیئے ہیں۔ اور نہ صرف یہ کہ دن کے تمام حصوں کے متعلق دعائیں تلقین کی گئی ہیں۔ اور نہ صرف یہ کہ اسلام اپنی دعا کے نتیجہ میں زندہ نشان دکھاتا ہے۔ بلکہ ان تمام باتوں کے علاوہ اسلام میں دعا کے بارے میں ایک اور خصوصیت ہے۔ اور وہ یہ کہ **اسلام کی بنیاد ہی دعا پر ہے**۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت نتیجہ ہے۔ اس دعا کا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کی کہ اے خدا ایک ایسے نبی کو پیدا کرنا جو ان خوبیوں والا ہو۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالےٰ نے پیدا کیا۔

پس اسلام اور دیگر مذاہب میں دعا کے بارے میں ایک فرق ہے۔ اگرچہ اور بھی اسلام اور دیگر مذاہب میں فرق ہیں۔ مگر وہ ایسے ہیں کہ خاص خاص اوقات میں وہ باتیں اور نشانات دیگر مذاہب بھی رکھتے تھے۔ لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے۔ جس کی بنیاد دعا پر ہے۔ اس لئے یہ کہنا درست ہے کہ اسلام دعا ہے۔ اور دعا اسلام ہے۔ دونوں ایک دوسرے کے لازم و ملزوم ہیں۔ دعا اور اسلام جدا نہیں ہو سکتے۔

اسلام کیا ہے۔ اپنے آقا اپنے مولا اپنے خدا کی فرمانبرداری کرنا۔ اور مسلمان وہ ہے جس کی نظر ہر وقت اپنے آقا کے احکام کی طرف ہو۔ جو خدائی ارشاد ہو اس کو قبول کرے۔ اور جب بندہ پکارے تو وہ اسے اس کو جواب دے۔

مگر افسوس ہے کہ بہت لوگ اس کی حقیقت سے واقف نہیں۔ عام طور پر رواج سے دعائیں کرتے ہیں۔ لیکن نہیں یقین کرتے کہ ان کا کچھ اثر بھی ہوتا ہے۔ وہ نہیں جانتے کہ کس غرض سے دعا کرتے ہیں۔ وہ نہیں معلوم کرتے۔ کہ کیوں ہاتھ اٹھاتے ہیں۔ نماز میں دعائیں پڑھتے ہیں مگر غور نہیں کرتے کہ ان دعاؤں کا کیا مطلب اور مقصد ہے۔

لوگوں نے دعا کو چھوڑ دیا

الغرض جو چیز اسلام کی [illegible] ہے۔ اور جو چیز اسلام کی بنیاد ہے۔ اور جو اسلام کے ساتھ ایسی پیوست ہے کہ جدا نہیں ہو سکتی۔ اس سے مسلمان جدا ہو گئے۔ اور اس سے جدا نہیں ہوئے۔ بلکہ اسلام سے جدا ہو گئے۔ کیونکہ جو اس سے جدا ہوتا ہے۔ وہ اسلام سے جدا ہوتا ہے پس لوگوں نے دعا کو چھوڑ کر اسلام کو چھوڑ دیا۔ اس کے متعلق یہ نہیں بتایا جا سکتا کہ مسلمانوں نے پہلے اسلام کو چھوڑا یا دعا کو چھوڑا۔ جس طرح یہ نہیں بتایا جا سکتا کہ مرغی پہلے ہوئی یا انڈا۔ اسی طرح یہ بھی نہیں بتایا جا سکتا کہ دعا چھوڑنے کا یہ نتیجہ ہے کہ اسلام کو چھوڑ دیا۔ یا اسلام کو چھوڑنے کا نتیجہ ہے کہ دعا کو چھوڑ دیا۔

لیکن جو شخص اسلام کو مضبوط پکڑے ہوئے ہے۔ وہ دعا کو نہیں چھوڑ سکتا۔ اور جو دعا کو نہیں

چھوڑتا۔ وہ اسلام کو نہیں چھوڑتا۔ کیونکہ دعا وہ چیز ہے۔ جس سے انسان زندہ خدا کو پا سکتا ہے اور دعا ہی وہ چیز ہے۔ جو زندہ خدا کو سامنے کھڑا کر دیتی ہے۔ ورنہ اگر دعا کو چھوڑ دیا جائے تو انسان کو زندہ خدا نہیں مل سکتا۔ بلکہ اس کا خدا مردہ ہو جاتا ہے۔ مگر یہ موت ظاہری موت نہیں ہوتی۔ بلکہ ایک اور قسم کی موت ہوتی ہے یوں ظاہری موت سے تو خدا کے انبیاء فوت ہوتے ہیں۔ ان کا جسم زمین میں چلا جاتا ہے۔ مگر ان کی موت ہلاکت کی موت نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ مرنے کے بعد بھی ہمیشہ کے لئے زندہ ہوتے ہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

والعصر ان الانسان لفی خسر الا الذین آمنوا و عملوا الصلحت

کہ انسان گھاٹے اور ہلاکت میں ہے۔ مگر مومن انسان ہلاکت میں نہیں ہے۔ پس جب معمولی مومن نہیں مرتا۔ تو خدا کے انبیاء بدرجہ اولیٰ نہیں مرتے۔ کیونکہ اگر وہ مر جاتے تو ان سے کوئی محبت نہ رکھتا۔ کیونکہ مردے سے کسی کو محبت نہیں ہوتی۔ لیکن جس طرح خدا زندہ ہے اسی طرح خدا کے ساتھ تعلق رکھنے والے بھی زندہ رہتے ہیں۔ ان کے مرنے کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ وہ اس جہان سے علیحدہ اور الگ ہو جاتے ہیں۔ نہ کہ وہ مر جاتے ہیں۔ مرتے وہی ہیں جن کے نام و نشان مٹ جاتے ہیں۔ مثلاً ابوجہل مر گیا۔ کیونکہ اس سے کوئی محبت رکھنے والا نہیں ہے۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں حضرت عیسیٰ زندہ ہیں اور حضرت موسیٰ زندہ ہیں کیونکہ ان سے محبت کرنے والے موجود ہیں۔ اور ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ لہٰذا ان سے محبت ہو سکتی ہے۔ تو خدا سے دعا کا تعلق زندگی پیدا کرتا ہے ورنہ دعا کے بغیر خدا کا بھی ثبوت نہیں۔ اور اس شخص کے لئے جو دعا کو بے اثر اور بے نتیجہ کہتا ہے۔ خدا مر جاتا ہے۔ وہ مذاہب جو دعا کرتے ہیں۔ مگر دعا کی برکات کے قائل نہیں ہیں۔ وہ مردہ ہیں۔ اور خشک ہو گئے ہیں۔ ان کے پیرو اگر اس وقت دعا سے کام نہیں لیتے۔ یا دعا پر اعتقاد نہیں رکھتے تو وہ معذور ہیں۔ لیکن کوئی مسلمان معذور نہیں سمجھا جا سکتا۔ کیونکہ اسلام وہ مذہب ہے جو زندہ نشان دیتا ہے۔ اور دکھاتا ہے۔ کہ دعا کے اندر بڑی بڑی برکات ہیں۔ کہ زندہ خدا کو دکھا دیتی ہے۔

دعاؤں کا وقت اور مسیح موعود کی پیشگوئیوں کا ظہور

پس مومن کو کبھی دعا سے غافل نہیں ہونا چاہیئے آجکل اس قدر جلد جلد حالات بدل رہے ہیں۔ کہ کوئی شخص نہیں کہہ سکتا۔ کہ کیا ہونے والا ہے۔ وہ لوگ جو حضرت مسیح موعود کی اس پیشگوئی کے متعلق جس میں دنیا میں زبردست زلزلہ کے آنے کی اطلاع دی گئی تھی۔ کہا کرتے تھے کہ زلزلہ اگر یورپ میں آیا ہے۔ تو آئے۔ ہندوستان میں کہاں ہے۔ آج وہ دیکھ لیں۔ کہ ہندوستان کی کیا حالت ہے۔ پھر وہ لوگ جو کہتے تھے۔ کہ جب تک اس ملک میں زلزلہ نہ آئے۔ اس وقت تک اس پیشگوئی کو نہیں مان سکتے۔ آج ان کے گھروں کے سامنے خون بہ رہے ہیں۔ اور آج ان کے گھروں کے سامنے زلزلہ آ گیا۔

ہم نے ۱۹۱۴ء میں ایک اشتہار بنگالی میں دیا تھا جس میں بتایا تھا۔ کہ مسیح موعود آ گیا۔ اس کو قبول کرو۔ بنگال سے بعض خط میرے پاس آئے کہ تم کہتے ہو کہ مسیح موعود آ گیا۔ حالانکہ مسیح موعود اس وقت تک نہیں آ سکتا جب تک مسلمانوں کی حکومتیں مٹ نہ جائیں۔ اس کے تھوڑے ہی دن بعد جنگ شروع ہو گئی۔ اور ترک جرمنوں کے ساتھ مل گئے اس وقت میں نے کہا۔ اگر پہلے خیال بھی ہو سکتا تھا کہ شاید جرمن جیت جائیں گے۔ تو اب جبکہ ترک ان کے ساتھ مل گئے ہیں۔ انکی شکست یقینی ہے۔ کیونکہ خدا نے جس قوم کی شکست کو مقدر کر دیا ہو وہ جس کے ساتھ بھی شامل ہو گی اس کو بھی لے ڈوبے گی۔ چنانچہ میں نے انہی دنوں میں ایک خطبہ میں اعلان کیا کہ اب وہ (بھی ترک بھی) باقی نہیں رہینگے۔ چنانچہ اب انکی جو حالت ہو رہی ہے۔ وہ سب کو معلوم ہے۔ تو دشمن نے کہا تھا کہ جنگ اگر زلزلہ ہے۔ تو ہمارے ملک میں نہیں آیا۔ خدا نے اس ملک میں بھیج دیا۔ دشمن کہتے تھے۔ کہ جب تک ترک تباہ نہ ہوں مسیح موعود نہیں آ سکتا۔ خدا نے ایسا ہی کر دیا۔ اور جس جس رنگ میں اعتراض کیا گیا۔ خدا نے اسی طرح اس کا دندان شکن جواب دیا۔ لیکن ہمارے لئے یہ عبرت کا موقعہ اور خدا کے حضور گریہ و زاری کرنیکا مقام ہے۔ تاکہ یہ تغیرات ہمارے لئے خدا کے فضل کے باعث برکات کا موجب ہوں۔ اور کسی ابتلاء کا سبب نہ ٹھہریں۔ پس یہ وقت غفلت کا نہیں ہے۔ بلکہ یہ وقت خدا تعالےٰ کے حضور گر کر عاجزی اور انکساری سے دعائیں کرنیکا ہے کیونکہ خدا کے ابتلاء کا برداشت کرنا کوئی آسان بات نہیں ہے بعض لوگ خیال کیا کرتے ہیں۔ کہ مشکل سے مشکل ابتلاء کو برداشت کر لیں گے۔ لیکن وقت پر وہ چھوٹے سے چھوٹے ابتلاء کو بھی برداشت نہیں کر سکتے پس خدا کے ابتلاؤں۔ عذابوں سے بے خوف نہیں ہونا چاہیئے۔ بلکہ جہاں تک ہو سکے ان سے بچنے کی کوشش کرنا چاہیئے۔ اور دعا کرنی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ اس نازک وقت میں ہمیں صحیح طریق پر جو اس کے علم میں بہتر ہو چلنے کی توفیق دے اور اگر کوئی آفت آن پڑے تو اس کو بہادری سے برداشت کرنیکی توفیق بخشے۔ ہمارے جو بھائی دور دور مختلف علاقوں میں ہیں ان کو بھی اللہ تعالےٰ ہر طرح کی بلاؤں اور ابتلاؤں اور آفتوں سے بچائے۔ اور اپنی رحمت اور برکت کو ہم پر نازل کرے آمین

باہتمام شیخ عبدالرحمٰن صاحب قادیانی پرنٹر پبلشر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپ کر مالکان کمیٹی شائع ہوا۔